بینک کارڈز اور ان کی شرعی حیثیت

تحریر: جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ۔ اسلام آباد

معاشرہ میں بینک کارڈز کے ذریعے لین دین کی مروجہ صورت پر کچھ روشنی ڈالی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں گفتگو کو دو حصوں میں پیش کیا جارہا ہے: (ا) بینک کارڈز کا تعارف (ب) بینک کارڈز کی شرعی حیثیت

(ا) بینک کارڈز کا تعارف:

بینک کی طرف سے اپنے گاہکوں کو بذریعہ کارڈ نقد رقوم وصول کرنے اور خریداری کی سہولت فراہم کرنے کی تین شکلیں درج ذیل ہیں۔

(۱) اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکلوانے کا کارڈ Debit Card

(۲) چارج کارڈ Charge Card

(۳) قرض کا کارڈ Credit Card

ان تینوں شکلوں کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

(ب) اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکلوانے کا کارڈ:

(۱) یہ کارڈ بینک صرف ایسے لوگوں کو دیتا ہے جن کا بینک میں اکاؤنٹ ہو۔

(۲) بینک ایسے لوگوں کو اپنے کھاتوں میں موجود رقم کی حد تک نکلوانے اور کارڈ کے ذریعہ متعینہ تجارتی اداروں سے خریداری کا حق دیتا ہے۔

(۳) بینک عام طور پر اپنے گاہکوں سے اس کارڈ کے استعمال کا کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔

(۴) بینک ان تجارتی اداروں کو ادائیگی کرتے وقت کٹوتی کرتا ہے۔

چارج کارڈ

(۱) اس کارڈ کے حصول کی خاطر بینک اکاؤنٹ کا ہونا شرط نہیں۔

(۲) اس کارڈ والے کو بینک ایک معینہ مدت تک متعینہ تجارتی اداروں سے خریداری کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

(۳) متعلقہ تجارتی اداروں کی جانب سے کارڈ والے کی خریداری کے بلوں کی وصولی پر بینک ان کی ادائیگی فوری طور پر کر دیتا ہے ان بلوں پر کارڈ والے کے دستخط ہوتے ہیں۔

(۴) بینک تجارتی اداروں سے بلوں پر ایک مخصوص شرح سے کٹوتی کرتا ہے۔

(۵) بینک کارڈ والے کو یہ سہولت دیتا ہے کہ وہ ایک معینہ مدت تک بلوں کی رقم اضافہ کے بغیر بینک کو ادا کرے۔

(۶) مقررہ مدت تک ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں بینک کارڈ والے سے مخصوص شرح سے سود وصول کرتا ہے۔

قرض کا کارڈ :

اس کارڈ کی اکثر خصوصیات وہی ہیں جو چارج کارڈ کی ہیں، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اس کارڈ کے ذریعہ خریداری کرنے والے بعض بینک بل کی ادائیگی ہی کے دن سے، ادا شدہ رقم پر مخصوص شرح سے سود وصول کرتے ہیں اور بعض بینک مختصر مدت کی چھوٹ دے کر سود وصول کرتے ہیں۔

بینک کارڈ کا شرعی حکم :

تینوں اقسام کے کارڈوں کی شرعی حیثیت کی تفصیل توفیق الٰہی سے ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکلوانے والے کارڈ کی شرعی حیثیت :

اس صورت میں کارڈ والا بینک میں اپنے کھاتہ میں موجود رقم کی حدود میں رہتے ہوئے خریداری کرتا ہے، بینک اس کے کھاتہ سے اس کی خریداری کے بقدر رقم تجارتی ادارے کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا ہے، بینک اپنی طرف سے تجارتی ادارے کو کچھ نہیں دیتا، اس صورت میں بینک اور کارڈ والے کے درمیان قرض کا کوئی معاملہ نہیں ہوتا اور نہ ہی بینک اس سے کچھ لیتا ہے۔ بینک تجارتی اداروں کی ادائیگی کرتے وقت جو کٹوتی یا کمیشن وصول کرتا ہے اس کا بھی سود سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس سارے معاملہ میں قرض ہی نہیں تو سود کیسے ہوگا؟ البتہ اس سلسلے میں یہ بات ضروری ہے کہ کارڈ والے کا اکاؤنٹ کرنٹ ہو اور مکمل طور پر سودی لین دین سے پاک ہو۔

چارج کارڈ کا شرعی حکم :

اس کارڈ کو استعمال کرنے والا مقررہ مدت گزرنے کے بعد بینک کی طرف سے تجارتی اداروں کو ادا

کردہ رقم پر سود ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے اور جس معاملہ میں سود آجائے اس کی حرمت اور قباحت میں شک وشبہ کی ادنی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی۔ قرآن وسنت کی متعدد نصوص میں سود کی حرمت اور سنگینی کو بیان کیا گیا ہے، ذیل میں ایسی ہی پانچ آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیے:

سودی لین دین کا ایمان کے منافی ہونا

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ ذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [البقرة:۲۷۸] ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔''

علامہ الحرالی تحریر کرتے ہیں: (فبيّن ان الربا و الايمان لا يجتمعان) [منقول از تفسیر القاسمی]

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بلاشبہ سود اور ایمان جمع نہیں ہوتے۔''

سود نہ چھوڑنے والوں کیلئے اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ

مذکورہ بالا آیت شریفہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ [البقرة:۲۷۹] ''اور اگر تم نے (باقی ماندہ سود) نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو۔'' امام مالکؒ فرماتے ہیں: (لم أر أشرّ من الربا لأن الله آذن فيه بالحرب) [ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی:۳/۳۶۴] ''میں نے سود سے بُری کوئی (چیز) نہیں دیکھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بناء پر اعلان جنگ کیا ہے۔''

ایک درہم سود کھانے کا چھتیس مرتبہ زنا سے زیادہ سنگین ہونا

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (درهم ربا يأكله الرجل و هو يعلم اشد من ستة و ثلاثين زنية)

''آدمی کا ایک درہم سود جانتے بوجھتے کھانا چھتیس مرتبہ زنا سے زیادہ سنگین ہے۔''

حافظ ہیثمیؒ اور حافظ منذریؒ نے تحریر کیا ہے کہ اس کے روایت کرنے والے صحیح کے راویان ہیں، شیخ البانیؒ نے اس کو (صحیح) قرار دیا ہے

سب سے ہلکے سود کا ماں کے ساتھ نکاح کرنے کے مانند ہونا:

امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (الربا سبعون حوبًا أيسرها أن ينكح الرجل أمه) [صحيح سنن ابن ماجه] ''سود کی ستر اقسام ہیں، ان میں سب سے ہلکی قسم یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔''

سود کا انجام تنگ دستی:

امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (ماأحد أكثر من الربا الاكان عاقبة أمره الى قلة) [صحيح سنن ابن ماجه] ''کوئی شخص بھی سود سے زیادہ (مال جمع) نہیں کرتا بلکہ اس کا انجام تنگ دستی ہوتا ہے''۔ کیا ان آیات واحادیث سے آگاہی کے بعد سچے ایمان والا شخص کسی بھی سودی معاملہ کے قریب پھٹک سکتا ہے؟

ایک سوال اور اس کا جواب

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کارڈ والا مقررہ مدت کے اندر ہی بینک کو واجب الذمہ رقم ادا کر دے اور بینک وہ رقم سے زائد کچھ نہ لے تو پھر اس کارڈ کے استعمال کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

درج ذیل تین باتوں کو پیش نظر رکھنے سے سوال کا صحیح جواب سمجھنے میں توفیق الٰہی سے آسانی کی توقع ہے۔

بعض بینک ایسے کارڈ کے دینے، اس کی تجدید اور گمشدگی کی صورت میں نئے کارڈ کے جاری کرنے پر فیس وصول کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کارڈ لینے والا ان باتوں کا معاوضہ کیوں ادا کرتا ہے۔ جواب واضح ہے تاکہ وہ اپنی ادھار خریداری کیلئے بینک سے قرض حاصل کرسکے۔ اس طرح بینک، کارڈ والے سے اصل قرض کے علاوہ فیس کے نام سے اضافہ وصول کرتا ہے اور شریعت اسلامی کا واضح حکم ہے کہ قرض کی بنا پر قرض دینے والا مقروض سے قرض کے علاوہ جو کچھ لیتا ہے وہ سود ہے اور جب یہ سود ہے تو اس کا لینا، دینا حرام ہوگا اور سود کا نام فیس رکھنے سے وہ حلال تو نہیں ہوسکتا، خنزیر کو بکری کہنے سے وہ حلال تو نہیں ہوسکتا۔

بینک تجارتی ادارے کو کارڈ والے کی خرید کردہ اشیاء کے بلوں کی مکمل رقم ادا نہیں کرتا بلکہ مخصوص شرح سے کٹوتی کرتا ہے مثال کے طور پر اگر وہ کارڈ والے سے سو روپے وصول کرتا ہے، تو تجارتی ادارے کو 98 روپے

دیتا ہے۔غور طلب بات یہ ہے کہ بینک ہر سو روپوں میں سے دو روپے کس بنا پر وصول کرتا ہے۔ دو روپے درحقیقت اٹھانوے روپے پر ایک ماہ کی مدت کیلئے دینے کا معاوضہ ہے اور رقم دے کر دی ہوئی مدت کے بدلہ میں حاصل کردہ اضافی رقم ہی کا نام سود ہے۔

بعض تجارتی ادارے کارڈ والے سے خریدے ہوئے سامان کی حقیقی قیمت سے کچھ زیادہ رقم کے بل پر دستخط کرواتے ہیں مثال کے طور پر اٹھانوے روپے کا سامان دے کر سو روپے پر دستخط کرواتے ہیں، اس طرح تجارتی ادارہ تو اپنا حق وصول کرتا ہے البتہ کارڈ والا اٹھانوے روپے کا سامان لے کر بینک کو سو روپے دینے کا پابند ہوتا ہے۔اس کے اس اضافہ کو برداشت کرنے کا سبب یہ ہے کہ بینک اس کی طرف سے یہ رقم تجارتی ادارہ کو فوراً ادا کرتا ہے اور وہ بینک کو کچھ مدت کے بعد ادا کرتا ہے اور مدت کے مقابلہ میں اسی اضافہ کا نام سود ہے۔

چارج کارڈ کے ذریعہ ادھار خریداری کی رقم بینک کو مقررہ مدت میں واپسی ناممکن تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہے۔ ابتداء میں مقررہ مدت کے اندر ادائیگی کرنے والے کتنے ہی لوگ کچھ ہی عرصہ بعد پٹری سے اتر جاتے ہیں اور ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر سود ادا کرتے ہیں۔اس طرح اس قسم کے کارڈ کے استعمال کے مذکورہ بالا دونوں اسباب کے ساتھ ایک تیسری بات یہ بھی ہے کہ یہ عام طور پر کارڈ والے کو صریح سودی معاملہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔اس قسم کے کارڈ کے ناجائز ہوتے کیلئے پہلے دو سبب بہت کافی ہیں اور اگر وہ دو سبب بفرض محال نہ بھی ہوں تو ایک مسلمان کو اس کارڈ کے استعمال سے دور کرنے کیلئے تیسرا سبب بھی کچھ کم نہیں۔

قرض کارڈ کا شرعی حکم

چارج کارڈ کے شرعی حکم کے حوالے سے بیان کردہ پہلی دونوں باتیں (ا.....اور.....ب) قرض کارڈ میں کلی طور پر موجود ہیں۔ تیسری خرابی (ج) جس سے چارج کارڈ میں بچنا مشکل تھا، اس کارڈ کے استعمال میں یقینی طور پر موجود ہے، کیونکہ اس کا استعمال کرنے والا خریداری کے دن ہی سے لئے ہوئے قرض پر سود دینے کا پابند ہوتا ہے، اس بنا پر یہ کارڈ اول تا آخر بلاشک وشبہ حرام کے زمرہ میں داخل ہے۔

ضروری تنبیہہ

چارج کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کے متعلق گفتگو کرتے وقت اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ عقل و دانش اور صحیح معاشی حکمت عملی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی چادر کے بقدر پاؤں پھیلائے، اپنے وسائل سے تجاوز

کرنے والا وقتی طور پر تو اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو بے چینی اور پریشان حالی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ علاوہ ازیں شرعی طور پر عام حالات میں سودی لین دین سے پاک قرض لینا، ایک ناپسندیدہ کام ہے، جیسا کہ درج ذیل وضاحت سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نماز میں بکثرت قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے رہتے۔ قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کا طلب کرنا آنحضرت ﷺ کی ایسی دعاؤں میں شامل تھا جنہیں آپ ﷺ چھوڑا نہیں کرتے تھے۔ (یعنی مستقل مانگتے تھے) آنحضرت ﷺ نے قرض کو جانوں کو خوف زدہ کرنے والا قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ نے قرض لینے کو خودکشی قرار دیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے قرض کی ابتداء غم اور انتہا ناداری بتلائی۔ بعض سلف نے بیان کیا ہے کہ قرض کی وجہ سے لاحق ہونے والے غم کی بنا پر ضائع ہونے والی عقل واپس نہیں پلٹتی۔

بعض علماء نے قرض کو عیب قرار دیا ہے کہ وہ رات کو پریشانی، دن کو ذلت اور جانوں کو ڈرانے بلکہ کمزور کرنے کا سبب ہے۔ مزید برآں علمائے امت نے احادیث شریفہ کی روشنی میں قرض لینے کیلئے کچھ شرائط کی موجودگی کو ضروری قرار دیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ قرض لینے کا معقول اور جائز سبب موجود ہو۔

چارج کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کا فلسفہ مذکورہ بالا سب باتوں کے کلی طور پر برعکس ہے۔ کارڈ جاری کرنے والے بینک کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ لوگ ان کے تیار کردہ قرض کے سنہری پنجرے میں خوب اچھی طرح پھنس جائیں تاکہ وہ لمبی مدت تک ان کا خون چوستے رہیں اور کارڈوں والے (نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن) کی عبرتناک تصویر پیش کرتے رہیں کہ نہ تو انہیں سنہری پنجرے کے اندر رہتے ہوئے سکون میسر آئے اور نہ ہی اس سے باہر نکلنا کچھ آسان ہو ....

کریڈٹ کارڈ کے ہاتھوں بربادی کا ایک واقعہ :........................

روزمرہ زندگی میں کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ برباد لوگوں کے کتنے واقعات دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں۔ ۲۷ جنوری ۲۰۰۸ء کے نوائے وقت کے سنڈے ایڈیشن میں ایک فیچر بعنوان (کریڈٹ کارڈ نے کروڑ پتی کو بھکاری بنادیا) شائع ہوا، جس کا خلاصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

ٹیلی ویژن کا ہردل عزیز پیشہ کار صحافی ایڈ مچل اپنے بارے میں کہتا ہے ''ہماری زندگی بڑے مزے اور بےفکری میں گزر رہی تھی، میں نے تقریباً پوری دنیا کا سفر کیا ہے'' وہ اور اس کا کنبہ نہایت خوشحال زندگی گزار رہے

تھے اوران کے ہود کے علاقے میں واقع گھر کی مالیت پانچ لاکھ پونڈ تھی۔ مچل اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ ''اس کی بربادی میں شراب نوشی کا بھی عمل دخل ہے لیکن بنیادی وجہ کریڈٹ کارڈ پر آسانی سے قرضہ حاصل کرنے کی سہولت تھی۔'' نوکری سے جواب ملنے کے بعد اس کا تمام تر انحصار کریڈٹ کارڈوں پر ہی تھا جس کی وجہ سے اس کی ہر چیز قرضے میں ڈوب گئی۔

میرے اوپر ایک ایسا وقت آ گیا کہ میرے پاس 25 کریڈٹ کارڈ تھے، میرے ماضی کے حالات اور آمدنی کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے نئے کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آ رہی تھی، میں ایک کارڈ کا قرضہ دوسرے کارڈ سے ادا کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ جب بینک میں میری تنخواہ کا چیک جانا بند ہو گیا تو تمام قرض خواہوں نے ایک دم میرے گھر پر یلغار کر دی، سولہ ہزار پونڈ کا قرضہ ایک کارڈ پر تھا، ہالیفیکس اور بارکلے بینکوں کے کارڈوں پر تیس ہزار پونڈ واجب الادا تھے ایک کمپنی نے مجھے نوٹس بھیجا کہ میں ان کے قرضے میں سے صرف دو ہزار پونڈ ادا کروں لیکن میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی، دو ہزار کہاں سے ادا کرتا۔ مالی پریشانیوں کے نتیجے میں گھر میں تناؤ اور بیوی سے لڑائی جھگڑا رہنے لگا، آخر دو سال قبل ۲۵ سالہ ازدواجی زندگی طلاق پر ختم ہو گئی، جب ہماری علیحدگی ہوئی تو تمام قرضہ میرے ہی نام پر تھا، نتیجتاً مجھے اپنا مکان فروخت کرنا پڑا۔ (سابقہ) بیوی نے اپنے بیٹے کے ساتھ ایک فلیٹ میں رہائش اختیار کر لی اور مجھے پہلی رات قریبی پارک کے بینچ پر سو کر گزارنا پڑی۔ اگلا ایک سال اس نے مختلف دوستوں کے گھروں میں صوفوں پر سوتے ہوئے گزارا، لیکن دوستوں پر ہمیشہ بوجھ نہیں بننا چاہتا تھا گزشتہ نو ماہ سے وہ انتہائی تلخ زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا ''نیا گھر'' پارک کا بینچ ہے، اس کے دن کا بڑا حصہ کام کی تلاش یا لائبریری کے چکر لگانے میں گزرتا ہے۔

مچل آخر میں کہتا ہے: ''اب تک کا عام تاثر یہ رہا ہے کہ بے گھر افراد پیشہ ور بھکاری، کام چور اور بدحرام لوگ ہیں لیکن اب یہ تاثر درست نہیں رہا۔ اکیسویں صدی میں بے گھر افراد کی اکثریت میرے جیسے سفید پوش لوگوں پر مشتمل ہوگی کیونکہ بینک اور قرض دینے والے دوسرے ادارے جس طرح آسان شرائط پر لوگوں کو کریڈٹ کارڈوں کے جال میں پھانسنے کی مہم چلا رہے ہیں اس سے یقیناً میرے جیسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کو اس جال میں پھنسنے سے پہلے انتباہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میرے حشر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے کو بچانے کی کوشش کریں۔ آپ سوچتے ہوں گے ہر وقت اونچائی پر اڑنے والا اچانک پارک کے ننگے اور ٹھنڈے بینچ پر کیسے آن گرا؟ لیکن آپ یقین کریں یہ بینچ آپ میں سے کسی کا بھی مقدر بن سکتا ہے۔